

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

درس ترمذی شریف

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی محمد اللہ حقانی

نظامِ اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السن کی کتاب الاطعمہ کی روشنی میں

باب ماجاء فی الاکل مع المجدوم

جدائی کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان

حدثنا احمد بن سعيد الاشقر و ابراهيم بن يعقوب قال حدثنا يونس بن محمد حدثنا
المفضل بن فضالة عن حبيب بن الشهيد عن محمد بن المنكدر عن جابر ان رسول الله ﷺ
اخذ بيد مجذوم فادخله معه في القصعة ثم قال كل بسم الله ثقة بالله وتوكل عليه هذا
حديث غريب لانعرفه الا من حديث يونس بن محمد عن المفضل بن فضالة هذا شيخ بصرى
والمفضل بن فضالة شيخ اخر مصرى اوثق من هذا واشهر و روى شعبة هذا الحديث عن
حبيب بن الشهيد عن ابن بريدة ان عمر اخذ بيد مجذوم و حديث شعبة اشبه عندى
واصح.

ترجمہ :- ”احمد بن سعید الاشقر اور ابراہیم بن یعقوب فرماتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن محمد نے روایت کی ہے
اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مفضل بن فضالہ نے روایت کی ہے اور انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابر
سے کہ رسول اللہ ﷺ نے جدائی کا ہاتھ پکڑ کر پیالے میں داخل کیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر لو اس پر بھروسہ
اور توکل کر کے کھاؤ۔“

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف یونس بن محمد کے طریق سے جانتے ہیں کہ وہ مفضل بن فضالہ سے
روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں مفضل بن فضالہ بصری شیخ ہیں جبکہ دوسرا مفضل بن فضالہ مصری شیخ ہیں جو ان
سے زیادہ ثقہ اور مشہور ہیں۔ اور شعبہ نے اس روایت کو حبيب بن شهيد سے اور انہوں نے ابن بريدة سے روایت
کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جدائی کا ہاتھ پکڑ کر پیالے میں داخل کیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر لو اس پر بھروسہ
اور توکل کر کے کھاؤ۔“

عسقلانیؒ نے لکھا ہے ان بربیدۃ کا نام عبداللہ ہے اگرچہ بعض نے اس کا نام سلیمان ذکر کیا ہے مگر یہ ان کا وہم ہے دراصل یہاں ابن بربیدۃ سے مراد عبداللہ بن بربیدۃ ہے اور سلیمان اس کا بھائی ہے۔

تشریح :- امراض کی دو قسمیں ہیں

(۱) متعدی امراض جو کہ ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں۔

(۲) غیر متعدی امراض جو ایک سے دوسرے کو نہیں لگتیں۔

ان متعدی امراض میں سے جذام بہت سخت مرض ہے۔ اس مرض میں انسان کے اعضاء گھٹنے لگتے ہیں۔
جذام کی ابتداء :

جذام ایک ملوک مرض ہے۔ طب جدید نے اسکی ماہیت اور حقیقت کی معلومات ۱۸۷۳ء میں کی ہے اور اسکے متعدی ہونے کا پتہ اسی سال کے بعد معلوم ہوا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال قبل اس مرض کے متعدی ہونے کا قول فرمایا ہے۔ ان کان شئی من الداء یعدی فہو ہذا یعنی جذام (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے یعنی جذام حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے کہ عسقلان کے قریب جذامیوں کی بستی سے گزرے تو آپ ﷺ جلدی جلدی یعنی تیز چلنے لگے اور فرمایا کہ ان کان شئی من الداء یعدی فہو ہذا (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اتقوا المجذوم کما یتقی الاسد (الحديث) کہ مجذوم سے اس طرح سے ڈرا کرو جس طرح شیر سے ڈرا جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ہبط وادیا فاہبطوا غیرہ۔ (الحديث) کہ جذامی سے اس طرح ڈرو جس طرح درندے سے ڈرا جاتا ہے اگر وہ ایک وادی میں اترتا ہے تو تم دوسری وادی میں اترو۔

جذام کی اقسام :

طب جدید کے حوالے سے جذام کی تقریباً پانچ اقسام ہیں مگر عموماً دو قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

(۱) سادہ جذام : اس قسم کا مرض کی اکثر آدمی کو ۲۰ سے ۳۵ سال کے دور میں لگتا ہے۔

(۲) گلیوں والا جذام : اس قسم کے مرض کا شکار ہونے والے مریض کی عمر تقریباً ۱۰ سے ۱۹ سال ہوتی ہے

یہ مرض دوسروں کو اکثر ناک کے ذریعہ لگ جاتا ہے اس لئے کہ جب مریض سانس باہر خارج کرتا ہے تو اس کے منہ و ناک سے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جراثیم نکلتے ہیں جو سانس لینے والے کے جسم میں ناک کے ذریعہ داخل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جذامی جب ناک صاف کرتا ہے تو اس سے نکلنے والی رطوبت جراثیم سے بھری پڑی ہوتی ہے۔ اور وہ جراثیم کی دونوں جب زمرہ رہتے ہیں۔ جو بھی اس جگہ سانس لے گا جراثیم اس

کو لگ جائیں گے۔ ابن السنی اور ابو نعیم اصفہانی نے رسول اللہ ﷺ سے منسوب عبد اللہ ابن ابی لوفی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ کلم المجذوم و بینک و بینہ قدر رمح اور محین (الحديث) جب تم مجذوم سے بات کرو تو اپنے اور اسکے درمیان ایک دو نیزوں کا فاصلہ رکھو اس لئے کہ عموماً اتنی مقدار کے اندر دوسرے کی سانس آپ تک نہیں پہنچے گی۔ اسکے علاوہ یہ مرض جذامی کے مستعمل سرنج سے بھی لگ جاتا ہے۔ یعنی بدن کے کسی حصے میں داخل ہونے سے لگ جاتا ہے عجیب ہے کہ جذامیوں کی بیویوں کو صرف ۵ فیصد یہ مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے حضرات جو اسکے ساتھ بستر پر سونے والے ہوں انکو ۳۰ فیصد لاحق ہونے کا پتہ معلوم ہوا ہے۔ جذامی عورت کے شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہر دفعہ ہزاروں کی تعداد میں جراثیم داخل ہوتے ہیں مگر بچے پر اثر انداز نہیں ہوتے گویا اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ کے ذریعے داخل ہونے والے جراثیم خطرناک نہیں ہوتے۔

جذام کا علاج

ابھی تک ماہرین اس مرض کے علاج پر مستقلاً مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اسکے جراثیم پرورش نہیں پاسکتے تاکہ اسکا علاج دریافت کیا جاسکے۔ اس لئے اس مرض سے بچاؤ کے لئے کوئی مستقل ٹیکہ تیار نہیں کیا جاسکا۔ چونکہ یہ مرض تپ دق کے مشابہ ہے اسلئے بعض ماہرین اسکے لئے تپ دق کا ٹیکہ تجویز کرتے ہیں۔ تاکہ جذامیوں کے قریب بسنے والوں کو لگا کر ان کو اس مرض سے بچایا جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مرض سے بچنے کے لئے زیتون کے تیل کو موثر علاج قرار دیا ہے۔ ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کلو الزیت وادھنوبہ فان فیہ شفاء من سبعین دا، منها الجذام (الحديث)

ترجمہ: ”زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش کرو۔ بیشک اس میں ۷۰ امراض کے لئے شفاء ہے۔ جن میں جذام بھی ہے۔“ طب جدید نے یہ انکشاف کیا ہے کہ دق اور جذام کے جراثیم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کے لئے بھی وہ دواء مفید ہے۔ جو دق کے لئے مفید ہے۔ اور عموماً اس مرض سے بچنے کیلئے ناک کے بال زیادہ موثر ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے نبات الشعر فی الانف امان من الجذام (الحديث) کہ ناک کے بال جذام سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔

تندرستی کی علامت :

جذامی کو جب نزلہ زکام شروع ہو جائے تو یہ اسکی صحت کی علامت ہے۔ اور اس وقت جو لوگ جذام

مرض اور علاج :

اللہ تعالیٰ نے امراض بھی پیدا کئے ہیں مگر انسان کو اسکا علاج بھی سکھایا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ما خلق الله داء الا خلق له دواء (الحديث) کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی ایسا مرض پیدا نہیں فرمایا کہ اس کا علاج پیدا نہیں کیا ہو۔

یہ اور بات ہے کہ وہ دوائی کسی کو معلوم ہو اور کسی کو نہیں یا آج اگر پتہ نہیں تو دس سال کے بعد پتہ چل جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تحقیق اور اجتہاد کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم تحقیق اور ریسرچ جاری رکھو تو حکماء اور ڈاکٹر حضرات ہر دور کے اندر امراض کے علاج میں شبانہ روز مسلسل لگے رہتے ہیں۔ تاکہ امراض کا علاج کر سکیں۔ بعض امراض کے بارے میں مشہور ہوتا ہے۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے جیسے کینسر ابھی تک کہا جاتا ہے کہ یہ لاعلاج مرض ہے مگر بعض کا کہنا ہے کہ اسکا علاج موجود ہے اس لئے کہ بعض لوگ ہمدی کے باوجود زندہ چلتے پھرتے ہیں اور علاج کرنے کے بعد تندرست ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح تو کئی امراض ہیں جو لاعلاج ہیں اور ایک سے دوسرے کو لگنے والے ہیں چونکہ انسانی اخلاق خراب ہو چکے ہیں معاشرت تباہ ہو چکی ہے۔ جنسی بے راہروی عام ہے جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان پر مختلف قسم کے مملک امراض مسلط ہو رہے ہیں۔ جیسے آج کل ایڈز کا بہت زیادہ شور و غل ہے۔

ایڈز کی تعریف :

یہ ایک ایسی ہمدی ہے جو جنسی بے اعتدالی سے لگ جاتی ہے۔ کہ انسان شب روز بد اعمالیوں اور فسق و فجور میں مبتلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایڈز کی ہمدی مسلط کر دی۔ اہل یورپ چونکہ زنا و لواطت میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ لاعلاج اور مملک مرض مسلط فرمایا۔ قوم لوط پر اللہ نے جس طرح عذاب نازل فرمایا تھا اہل یورپ پر بھی یہ ایک عذاب نازل ہو چکا ہے۔ تو انسان ابتدا پریشان رہتا ہے کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس مرض کا علاج انسان کو بتا دیتا ہے۔ اور انسان اپنی خدا او صلاحیت سے کام لے کر مرض کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے چیچک، ہیضہ، طاعون کی ہمدی تھی اور آج کل پولیو، ٹی بی وغیرہ کے امراض ہیں جس کا ابتدا میں علاج نہیں تھا لیکن اب اس کا علاج پیدا ہو چکا ہے۔

متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا :

اس باب میں وہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے ہمدی کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں، بس کی ہمدی بظاہر متعدی ہو یا یہ مشہور ہو کہ اس ہمدی کی ہمدی سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے اتنا

پسندی اور زیادتی سے کام لیا ہے کہ جس شخص کو اس قسم کی کوئی متعدی بیماری ہو تو اسکو انسان ہی نہیں سمجھتے، ہر عمل میں اپنے آپ کو اس سے الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کھانے پینے اور یو دو باش اور اٹھنے بیٹھنے کو ایسا تصور کرتے ہیں کہ اسکے ساتھ ٹنچ ہو جانے سے مجھے بیماری لگ جائے گی۔ اس حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ کہ یہ انکا ایمان قطعی بن چکا ہے۔

ان امراض میں صرف ایک جذام نہیں بلکہ فی بی زکام آنکھوں کی بیماری اور دوسرے لاعلاج امراض اس میں شامل ہیں۔ بظاہر لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس قسم کے امراض ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں تو اس شخص کو معاشرے سے باہر بلکہ ہر چیز سے اسکو الگ کرتے ہیں اس کے ساتھ کتوں جیسا سلوک کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ساتھ بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ طاعون سے مرنے والے کی لاش کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اس خوف سے کہ طاعون مجھے لگ جائے گا۔ مگر اسلام اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ اسلام مکمل اسکی تعدیت سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ بعض امراض ایک دوسرے سے لگ جاتے ہیں مثلاً کسی کو زکام ہو تو جب دوسرا آدمی اسکی کسی چیز کو استعمال کرے یا اسکے قریب ہو جائے تو اسی وقت دوسرے کو بھی زکام لگ جاتا ہے۔ کئی دنوں پہلے آنکھوں کی بیماری عام تھی جب کوئی کسی مریض کو دیکھتا تو اسی وقت اس کو بھی مرض لگ جاتا تھا میں خود ہر ایک کو دیکھتا اور کہتا تھا کہ مجھے نہیں لگتا مگر آخر کار مجھے بھی بیماری لگ گئی۔ تو ان مشاہدات اور بدیہیات سے اسلام انکار نہیں کرتا مگر اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اس قسم کے مریض کو اتنے جیسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہے۔

اسباب و علل کی بحث :

یہ ٹھیک ہے کہ ان کے ساتھ قریب ہونا بیماری لگنے کا سبب ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں سبب موجود ہو تو مستبب بھی ہو مثلاً بعض لوگوں کو جو عذوق البقر کی بیماری ہوتی ہے وہ کھاتے جاتے ہیں مگر ان کا پیٹ نہیں بھرتا بعض کو استسقاء کی بیماری ہوتی ہے وہ پانی پیتے جاتے ہیں مگر ان کی پیاس ختم نہیں ہوتی حالانکہ یہاں اسباب یعنی روٹی جو بھوک کو ختم کرنے کا سبب ہے اور پانی جو پیاس ختم کرنے کا سبب ہے موجود ہیں مگر مسبب و بدو نہیں پاتا۔ اور نہ یہ موثر حقیقی ہے اسلئے کہ وباء کے امراض کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ بیماری لگ جانے کا ایک سبب ہے، شریعت اسلامی نے اس سے انکار نہیں کیا ہے، جیسا کہ عالم اسباب میں لاکھوں اور کروڑوں اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ تو یہ بھی مرض لگ جانے کا ایک سبب ہے۔ یہاں سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔ اور کھانا بھی چاہیے۔ اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ لا عدوی ولا نقیۃ (© rasailojaraid.com) کہ فانی نقدی ہمارے اور صفر تمام کے

تمام خرافات و ذہم پرستی اور توہمات ہیں 'اسلام اسکی نفی کرتا ہے لیکن بعض روایات میں بطور احتیاط چنے کا حکم دیا گیا ہے کہ فرمن المجذوم کما تفر من الاسد (اللہ یت) کہ مجذوم سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو ' تو گویا اسلام ان چیزوں میں اعتدال رکھنا چاہتا ہے کہ ایک کسی چیز کا سبب ہوتا ہے اور دوسرا علت اسلام ان چیزوں کے سبب ہونے سے انکار نہیں کرتا کہ یہ امراض ایک سے دوسرے کو نہیں لگتے بلکہ ایسا علت ہونے سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ علت کا اپنے معلول سے تعلق نہیں ہوتا۔ مختلف سبب کے کہ وہ اپنے سبب سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں ہر شے کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ مگر اصل موثر حقیقی اور اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا اس چیز کا علت اللہ تعالیٰ ہے۔ ان دونوں کے درجات جدا جدا ہیں تو اب یا مجذوم کے ساتھ کھانا سبب کے درجے میں تو ٹھیک ہے لیکن علت نہیں ' علت حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ ان اسباب کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے جب اللہ چاہا ہے تو سبب بالکل آ کر رہتا ہے۔ آگ جلانے کا سبب ہے اسی سے لوگ جلتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یانار کو بنی بردا و سلاما علی ابراہیم ترجمہ: "اے آگ ٹھنڈی ہو جا سلاما متی والی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر" کا اعلان کیا تو علت کی وجہ سے آگ نے جلانا چھوڑ دیا آگ سے جلانے کا اثر ختم ہوا ورنہ بدو حکم الہی کے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیتی۔ اسی طرح ہوائیں بقاء انسان کا سبب ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اقوام کی ہلاکت کا سبب بنایا اور اسکی وجہ سے وہ لوگ ملیا میٹ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسباب کو اپنے دست مبارک میں رکھا ہے۔ تو تم بھی یہ کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سبب کو بے اثر بنا دے گا۔ مجھے ہمداری نہیں لگے گی۔ تو پھر ان کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اعتقاد کمزور ہو اسکو چاہیے کہ چتر ہے۔ اس لئے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ ہو گا کہ یہ ہمداری مجھے صرف اسی وجہ سے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمداری نہیں کیا بلکہ اس مریض کے اختلاط کی وجہ سے ہمداری ہو۔ کمزور اعتقاد والا شخص سبب اور علت میں فرق نہیں کر سکتا۔ وہ سبب کو علت جیسا مانتا ہے تو اس وجہ سے اس کا عقیدہ اور ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر ایمان مضبوط ہو تو مدام کیساتھ اختلاف کر لے کہا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ چونکہ مضبوط ایمان والے تھے اس لئے انہوں نے مجذوم کو زبردستی ٹھکایا۔ بہر حال اسباب کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے مگر اسکے ساتھ یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ جملہ اسباب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہی ذات اس میں تاثیر ڈالتی ہے اور وہی ذات تاثیر کی نفی کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ توکل کہ کھاؤ اور اللہ پر توکل کرو۔ اس لئے کہ تمام اشیاء کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمرؓ اس اونٹ کو یہ خارش کس نے لگائی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اس کو دوسرے اونٹ سے لگ گئی ہے۔ تو

آپؐ نے فرمایا تو اس اونٹ کو کس نے لگائی تو انہوں نے عرض کیا کہ فلاں اونٹ نے حتیٰ کہ بات سوا دنوں تک پہنچ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من جرب الاول کہ پہلے والے اونٹ کو کس نے لگائی۔ تو ظاہر بات ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے۔ اس لئے کہ وہاں سبب منقطع تھا۔ تو بہر حال اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ البتہ بدون اسباب کے وہ ذات پاک کوئی چیز ظاہر نہیں کرتی لیکن اگر اسباب کو ختم کرنا چاہتے ہیں کر سکتا ہے۔

اکابرین کا ادبی ذوق :

غالباً علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے شاعر، مورخ اور محقق گزرے ہیں، ہمارے اکابر بڑے اعلیٰ درجے کا ادبی ذوق رکھتے تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ یہ تمام بڑے ادبی لوگ تھے۔ ادبیات چاہے فارسی ہو عربی وار دو غیر زبانوں میں ان کے بڑے بڑے دواوین اور قصائد ہیں، آج تو ہم ان کی کتابوں کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دیتے، اور ان کمالات کو حاصل نہیں کرتے جبکہ زبان، تحریر و تقریر کی استعداد فرض عین ہے تب تمہاری آواز لوگ تک پہنچے گی اور تب لوگوں کو تلقین کر سکو گے جب مضمون لکھ سکو گے، شاعری کر سکو گے، اور دوسروں کے اشعار پر عبور ہو گا صرف خالص خشک مولوی مت، ہو کہ صغریٰ اور کبریٰ میں اپنی ساری عمر بسر کرو صرف ہلکیہ بسیلہ اور حلیہ فلانیہ کے علاوہ باہر کا کچھ بھی پتہ نہ ہو، بہر حال حضرت سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے عالم دین اور سیرت النبی ﷺ کے مصنف ہیں افغانستان میں بھی اس کتاب کا پشتو / فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں میں ایسی جامع اور محققانہ کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ سیرت پر آٹھ نو جلدوں میں یہ کتاب مشتمل ہے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے ہیں۔

ہیں اسباب قدرت میں یوں

قلم دست کا تب میں جیسے رہے

فرماتے ہیں کہ اسباب قدرت کے ہاتھوں میں ایسے ہیں جیسا کہ قلم کاتب کے ہاتھوں میں کیسی عجیب بات کہی ہے دیکھو تم بغیر قلم کے نہیں لکھ سکتے اور نہ قلم خود بخود لکھ سکتا ہے اس غریب کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ فاء کیسے لکھا جاتا ہے اور حاء کس طرح لکھا جاتا ہے۔ تو گویا قلم سبب ہے اس لئے کہ بغیر سبب کے نہیں لکھا جاسکتا تم قلم کو اپنے دماغ سے حرکت دیتے ہو تو قلم سبب ہوا۔ بغیر اسکے خط ظاہر نہیں ہو سکتا۔ قلم تو خشک لکڑی ہے اس میں نہ آواز ہے نہ علم اور نہ فکر ہے اور نہ خود کوئی حرف لکھ سکتا ہے۔ حروف تو کاتب ہی لکھتا ہے مگر قلم کے ذریعہ۔ قلم کے بغیر لکھنا کاتب کے لئے ناممکن ہے۔ کیا عجیب تشبیہ دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتے ہیں۔ بغیر اسکے حکم کے کوئی ہمار نہیں ہوتا مگر لانے والا کون ہے؟ جس طرح کلمات کے لئے قلم سبب ہے۔ اور اسکی علت کاتب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اسباب

ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جب جذام سبب ہے تو وہ اسکو بالکل اپنے آپ سے دور کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس میں احتیاط کریں مثلاً آگ جلانے کا سبب ہے اور دریا ڈوبنے کا سبب ہے مگر ہم دونوں کو استعمال کرتے ہیں آگ سے کھانا پکاتے ہیں اور سردی کے موسم میں گرم ہونے کا کام لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آگ جلانے کا سبب ہے۔ اسی طرح لوگ دریا میں تیرتے ہیں اور ڈوبتے نہیں جبکہ دریا ڈوبنے کا سبب ہے لیکن جب اس کو احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے تو اپنی تاثیر کو نہیں دکھا سکتا تو اسی طرح جذام اگرچہ مرض کا سبب ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ایسے مریض سے بالکل نفرت کریں بلکہ نفرت کی بجائے احتیاط سے کام لیں۔

احتیاطی تدابیر :

مرض جذام سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

(۱) جذام کے مریض سے دور رہنا تاکہ اسکی سانس نہ پہنچ سکے۔

(۲) بات کرتے وقت ایک دینیزے کے برابر فاصلہ پر رہنا۔

(۳) اپنی ناک کے بالوں کو نہ کھانا اس لئے کہ یہ بال جذام کے جراثیم کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔

(۴) اور اس قسم کے مریض کے مرض سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور پناہ مانگنے سے لے کر

صبح و شام یہ دعا پڑھنا۔ اللهم انی اعوذ بک من الغرق و الحرق و البرص و الجذام و الھدام و سئئۃ

الاسقام۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ غرق ہونے سے، آگ میں جلنے سے، برص سے، کوڑھ (جذام) سے

عمرات کے نیچے دھنسنے اور تکلیف دہ امراض سے۔

اس دعا کی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا وہ اس قسم کے امراض سے محفوظ ہوگا۔

حضرت عمر کا واقعہ شام :

حضرت عمرؓ شام جا رہے تھے کہ اچانک وہاں وبا پھیل گئی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح فوجی جرنیل تھے۔

حضرت عمرؓ نے واپسی کا حکم دیا کہ اس علاقے میں وبا ہے لہذا وہاں سے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں تو حضرت ابو

عبیدہؓ نے سوال کیا أفرار من قدر الله؟ کیا یہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نفر من

قدر الله الی قدر الله کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اسی کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی تقدیر سے نہیں

بھاگتا وہاں بھی تقدیر خداوندی میرے ساتھ ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک ہی جملے میں عجیب جواب دیا گویا کہ سمندر

کو کچھ ہے میں ہند کر دیا۔ یعنی احتیاط کرو ایسے تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس وباء کو لا سکتے ہیں۔

اکوڑہ خٹک میں وباء :

حضرت والد صاحب قدس سرہ (مولانا عبدالحق) فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اکوڑہ میں ایک دفعہ

طاغون کی وبا پھیل گئی سارے علاقے میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مر جاتے تھے ' مردوں سے انکی اولاد نبی اور شوہر دور بھاگتے تھے کوئی ان کے قریب نہیں جاتا تھا' تو ایک آدمی نے کمر باندھ لی اور ہر مردہ کے پاس پہنچ کر اسکی تفصیل ' تجیز و تنفین اور تدفین کرتا تھا لیکن اسکے باوجود وہ ٹھیک ٹھاک چلتا پھرتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت لمبی عمر عطا کی تھی۔ اس آدمی کا اللہ پر یقین تھا کہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں فرماتے ہیں کہ مریض کوئی ایسی مخلوق نہیں کہ ان سے نفرت کر کے دور بھاگا جائے۔

ہندوؤں میں طبقاتی نظام :-

یہ ہندوؤں کا اچھوت مذہب ہے۔ ان بدعتوں نے انسانوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ انکے ہاں طبقاتی نظام رائج ہے۔ ان میں ایک اچھوت ہے یہ لوگ بالکل شور ہوتے ہیں اور دوسرے ہمن۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بہت اونچا تصور کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں خان نواب اور سید وغیرہ یہ لوگ دوسروں کو لمبہ تصور کرتے ہیں اور انکو کمین کہتے ہیں تو اچھوت وہ قوم ہے جن کو انسانیت کے درجے سے بھی کم سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر اچھوت قوم میں سے کسی کا ہاتھ کسی چیز کے ساتھ لگ جائے تو برہمن اس کو نہیں کھاتے۔ اگر عام لوگوں کے نکلے پانی لیا تو لوگ ان کو مارتے ہیں۔ انکی زبانوں کو کاٹتے ہیں انکو کتوں اور خزیروں سے کم تر سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے برہمن کی بات سننے کی کوشش کی انکے کانوں میں سیسہ بھر دیتے ہیں۔ ہندوستان میں ان مظلوموں کی بہت بڑی تاریخ ہے ۷۰۰ ۸۰۰ فیصد کے اس طبقے کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا کہتے ہیں کہ یہ اچھوت ہیں اور ہم برہمن۔ اسلام نے اس چھوت چھات کو ختم کیا۔ اور مزدور اور مجذوم کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس مظلوم طبقے کی سوائے اسلام کے کسی نے انکی سرپرستی نہیں کی۔ اور حکم دیا ہے انکو اٹھا کر اپنے پاس اٹھاؤ تاکہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن مسلمان تو اپنے گانے جانے اور لہو و لعب میں مصروف رہے۔ عیسائی جب ہندوستان آئے تو انہوں نے اس مظلوم طبقے (اچھوت) سے کہا کہ تم تو انسان ہو۔ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا تو یہ لوگ فوراً عیسائی بن گئے ' اس ملک میں جن کو ہم بھیجتے ہیں یہ وہی اچھوت طبقہ ہے جو ہندو تھا۔ مگر جب عیسائیوں نے اپنے ساتھ ملایا اور انکو انسانیت کا احساس دلایا اور ان سے کہا کہ تم انسان ہو تمہارے ساتھ کھانا پینا سب کچھ صحیح ہے تو سارے کے سارے عیسائی بن گئے۔ ہمارے ملک میں سارے بھی عیسائی ہیں۔ انکو مذہب نے عیسائی نہیں بنایا کہ انہوں نے عیسائیت کو جان لیا ہو بلکہ عیسائیوں نے انکے ساتھ خوش اخلاقی کی تو عیسائی بن گئے اور مسلمانوں نے یہ کام نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر عمل چھوڑ دیا اگر ہم آپ ﷺ کے طریقے کی طرف متوجہ ہوتے تو یہ لوگ عیسائی بننے کی بجائے مسلمان ہوتے۔ خیر وہ تو ہندو تھے آج کل تو خان نواب چودھریوں نے آزاد مسلمانوں کو اٹھا کر انکو پار پائی پر نہیں بیٹھ سکتا اور انکو

موت کے گھاٹ اتارتے ہیں کہ انہوں نے خان اور نواب کی توہین کی ہے۔ اسلام نے اسکو بالکل ختم کر دیا ہے۔ کیا اب بھی مولویوں اور طلباء میں سے کسی نے کسی بھٹی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا ہے بلکہ تم تو ان سے نفرت کرتے ہو کیا خان نواب اور زمیندار نے مزدور کو اپنے ساتھ بٹھایا ہے بلکہ اس کو حقیر جانتے ہیں آگے آئے گا کہ حرہ و دخانہ یعنی اس کھانے کی گرمی اور دھوئیں سے تم بے غم تھے تو اب ان کو زبردستی بٹھاؤا غلٹ منہ میں نوالہ دے دو۔

اسلام کا نظام عدل :

سوشلزم کیا چیز ہے وہ تو لعنت ہے اسلام نے سب کو برابر کیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے غریب اور مالدار کے مابین جو بڑا فاصلہ پیدا کیا ہے۔ اسلام نے اسکو ختم کیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاق حسنہ :

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیل میں تھے جب کھانے کا وقت ہو جاتا تو جو بھٹی وہاں جیل میں کام کرتے تھے ان میں سے کسی ایک کو زبردستی ساتھ بٹھاتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے کہ آپ سید ہیں سردار ہیں ہم آپ کے ساتھ کیسے بیٹھ کر روٹی کھا سکتے ہیں۔ مگر شاہ صاحبؒ انکو زبردستی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے اور وہ شرماتے مگر شاہ صاحبؒ ان کے منہ میں نوالہ ڈالتے تھے جس کی وجہ سے جیل خانے کے کئی عیسائی مسلمان ہو گئے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے عالم دین نے ہماری اتنی قدر کی۔ یہ سارے اعمال رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں و اخذ بیدہ، تو رسول اللہ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تکلف کرتا ہو گا تو آپ ﷺ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا کہ نہیں وہ شرم مارا تھا اور لیت و لعل سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے برتن میں شریک کیا۔ اور فرمایا کہ کھاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام لو اسکے دو معافی ہیں۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس مجذوم کا نام معیث بن ابی فاطمۃ الدوسی تھا۔ ثقۃ باللہ و تو کلا علیہ دونوں ماقبل سے حال ہے اور دوسرا پہلے کی تاکید ہے مگر اس کے حال ہونے کے دو معافی ہیں۔

(۱) حال کونک واثقا و متوکلا علیہ اس حال میں کہ تم وثوق کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس پر یقین اور اعتماد رکھنے والے ہو اور اللہ پر توکل کرنے والے ہو۔ تو گویا یہاں ثقۃ و متوکلا مصدر کے معنی میں ہیں۔ لیکن یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس مجذوم کو کیا توکل کرنا تھا وہ تو ویسے بھی بیمار تھا تو اسکو وثوق کی کیا ضرورت تھی تو اس کے بارے میں یہ ترجمہ کیسے صحیح ہو گا؟

جواب :- اس کے لئے وثوق کرنا بھی صحیح ہے اس لئے کہ ایک تو اپنے آپ کا غم و فکر کرنا ہے اور دوم دوسرے کا غم و فکر کرنا ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام و مجتہدین کے زیادہ محبوب تھے تو وہ مجذوم

اگرچہ خود ہمارا تھا مگر اس کی یہ فکر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تھی کہ یہ تو متعدی ہمارا ہے کہیں آپ کو نہ لگ جائے اور آپ ہمارے ہو جائیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بہت محبوب تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں انہیں بہت عزیز ہوں اس لئے ان کو یہ کلمات سکھائے۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ میں اللہ کے ساتھ وثوق اور اس پر توکل کرتا ہوں کہ کہیں یہ مرض آپ کو نہ لگے۔

(۲) حال کو ننا واثقین باللہ اس حال میں کہ ہم اللہ پر وثوق رکھنے والے ہوں۔ ایک تیسرا متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اور توکل دونوں فعل محذوف کے لئے مفعول مطلق بن جائیں تو معنی ہوگا کل معی اثق ثقة باللہ و اتوکل توکلا۔ یہاں ثقہ مصدر یعنی وثوق ہے جیسے عدۃ بمعنی وعدہ ہے۔

ثقة و توکلا میں فرق

بعض نے کہا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں مگر بعض نے اس میں فرق کیا ہے کہ اگر ہمارے پاس اسباب موجود ہیں لیکن ہمارا اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہے تو اس اعتماد کو توکل کہا جاتا ہے۔ اور اگر آپ کے پاس اسباب نہیں پیسے یا روٹی وغیرہ گھر میں نہیں ہے اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہو تو اس اعتماد کو ثقة کہا جاتا ہے۔ یہ کم درجہ کا اعتماد ہے۔ اس لئے کہ جب انسان کے پاس کچھ بھی نہ ہو اس کے گھر میں چوہے نیز ہبازی کرتے ہوں تو وہ مجبوراً اللہ پر اعتماد کرتا ہے۔ لیکن جب گھر غلہ سے لبریز بینک میں پیسے پڑے ہوں اور پھر بھی اس کو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مسافر آیا آپ ﷺ نے اسکی اونٹنی کے بارے میں پوچھا کہ سواری کہاں چھوڑ آئے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے توکل پر چھوڑی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعقل و توکل۔ پہلے اسکے پاؤں کو باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ تو پہلے کمرے کو تالا لگاؤ اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ اس توکل کو پسند نہیں کرتا کہ تم نے کمرے کو یا صندوق کو تالا نہیں لگایا ہے اور اللہ پر توکل کرتے ہو۔ تو یہ توکل نہیں بلکہ اسباب کو بروئے کار لا کر پھر اللہ پر بھروسہ کرنا توکل ہے اور یہ اعتماد کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔

عن شعبۃ ان عسر رضى الله عنه اخذ بيد مجذوم الخ شعبۃ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا ہوا دیکھا کہ آپؐ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہو تو اسکو عملی جامہ پہنا کر اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایسا کیا ہو اس لئے کہ صحابہ کرامؓ تو رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کو لوگوں تک اسی کیفیت کے ساتھ پہنچاتے تھے اور یہی حدیث تقریری ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا عمل کیا ہو اور رسول اللہ نے دیکھ کر انہیں منع نہ کیا ہو۔

بہر حال مجذوم کے ساتھ کھانے میں کوئی قباحۃ نہیں اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں تاہم کمزور ایمان